عصر حاضر میں دعوتِ اسلام کو درپیش اسلاموفوبیا کا چیلنج اور سیرت طیبہ کی روشنی میں اس کا حل

CONTEMPORARY CHALLENGE OF ISLAMOPHOBIA FACING BY ISLAMIC DA'WAH AND ITS SOLUTION IN THE LIGHT OF SIRA-E-TAIBA

ڈاکٹر حافظ وقاص خان*

ڈاکٹر عتیق الظفر**

ABSTRACT

Muslim World has faced contemporary challenges through ages. In the current scenario the big challenge being faced by the Muslim community is Islamophobia. The fear of Islam and Muslims is nothing new, but it has changed its manifestations over a period. Prophetic and companion's era were also faced the challenge of Islamophobia. Although in 20th century, the ideology of Islamophobia was not much influenced in the Muslim World but in current period Islamophobia is spreading fast. This is obvious that Islamophobia has now become a serious challenge ideologically and morally for Islamic *Da'wah*. Qur'an, Hadith and Prophet Seerah are the special targets of Islamophobia. The current study describes the contemporary challenges of Islamophobia, answers the questions that what are the effects of Islamophobia on Muslim Societies and recommend the balance solution regarding the challenge of Islamophobia.

KEYWORDS: Islamophobia, Muslim World, challenges, Da'wah, Islam strategies

تمہید

پیغمبران اسلام نے جب اسلام کی دعوت کا آغاز کیا تو دعوت کی راہ میں مختلف چیلنجز سامنے آئے کہ جن میں اسلاموفوبیا کی سوچ سب سے بڑا چیلنج تھا اس کے لیے مخالفینِ اسلام نے مختلف النوع تدابیر اختیار کیں اور آپ ﷺ

* اسسٹنٹ پروفیسر رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد waqas.khan@riphah.edu.pk

** ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد atiq.zafar@riphah.edu.pk

نے حکمت و مصلحت کے ساتھ ان تدابیر کا مقابلہ کیا۔ عصر حاضر میں بھی دشمنانِ اسلام اپنے اہداف کے حصول کے لیے اسلام کے خلاف علمی میدان استعمال کرتے ہیں، اسلام کی تعلیمات کی چھان بین کے بعد اُن موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں جو عام فہم نہ ہوں تاکہ اُن پر اعتراضات کے ذریعے سے اسلام کی دعوت کی بیخ کنی کی جاسکے، ان موضوعات میں نبی ﷺ کے نکاح، تعدد ازواج، زنا کی سزا، مرتد کی سزا، پردے کا حکم، گوشت خوری، حلال و حرام کا تصور وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن جب ان موضوعات پر مسلمانوں کی جانب سے علمی، تحقیقی اور مدلل جواب دیے گئے تو پھر اسلام کی ایسی تصویر پیش کی جاتی ہے کہ جس سے ایک خوف کی فضا قائم ہو جائے اور عوام الناس اسلام کی دعوت قبول کرنے کے بجائے اس سے خوف کا شکار ہو جائیں اور ان کے دل میں نفرت اور کراہیت کے جذبات جنم لیں تاکہ اسلام کی دعوت پیچھے رہ جائے اور مسلمان اپنے اوپر لگائے گئے دہشت گردی اور شدت پسندی کے الزامات کی صفائی دینے میں مصروف ہو جائیں۔ اسلام سے خوف کی بناء پر اختیار کیا جانے والا یہ طریقہ کار کوئی نیا نہیں ہے بلکہ جب اسلام کی دعوت کا آغاز کیا گیا تو نبی ﷺ کے خلاف بھی اسی سے مماثل تدابیر اختیار کی گئی تھیں۔

اسلام وفوبیا کی تعریف

آکسفورڈ ڈکشنری میں اسلاموفوبیا کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

"Intense dislike or fear of Islam, esp. as a political force; hostility or prejudice towards Muslims" [1]

"اسلام سے شدید ناپسندیدگی یا خوف، بالخصوص بطور سیاسی قوت، مسلمانوں کے ساتھ عداوت یا تعصب"

اس تعریف سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اسلاموفوبیا دراصل اسلام کی ممکنہ سیاسی برتری کا وہ خوف ہے جو محض عداوت اور تعصب کی بناء پر مغرب میں پایا جاتا ہے۔

ڈیوڈ ہیک کے مطابق: "مغرب میں عام طور پر اسلام سے خوف اور مسلمانوں سے کراہت کے لیے اسلاموفوبیا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے"[2]

اسلاموفوبیا کی اس اصطلاح کا تجزیہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ منطقی اعتبار سے یہ الفاظ ہی غیر مناسب ہیں۔ لفظ اسلام 'اسلم یسلم سے باب افعال کے وزن پر ہے کہ جس کے حروف اصلی "سلم" ہیں۔ اس کا مطلب، گردن جھکانا، اطاعت کرنا، امن، صلح و سلامتی ہے۔ اسے قرآن میں بھی ان الفاظ میں استعمال کیا گیا ہے۔

"وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا"[3]

"اور اے نبی ﷺ، اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔"

اب اسلاموفوبیا کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ "امن و سلامتی کا خوف"، جبکہ کسی بھی انسانی معاشرے میں امن و سلامتی کی خواہش کی جاسکتی ہے جو کہ ایک فطری عمل ہے لیکن اس سے خوف کھانا کسی بھی صورت میں انسانی فطرت سے میل نہیں کھاتا۔

اسلام و فوبیا کی تاریخ

اس اصطلاح کا باضابطہ استعمال سب سے پہلے 1997ء میں شائع ہونے والی برطانوی ادارے "Runnymede Trust Commission" کی رپورٹ بعنوان "Islamophobia: A Challenge for us" میں کیا گیا، اس کمیشن کے چیئرمین پروفیسر گورڈن کونوے تھے، لیکن یہ اصطلاح نائن الیون کے حملے کے بعد قبولِ عام ہوئی۔ اسلامو فوبیا کی اصطلاح تو نئی ہے لیکن اس سوچ کا آغاز اپنے مفہوم کے لحاظ سے اسی وقت ہو گیا تھا جب اسلام کی دعوت پھیلنا شروع ہوئی تھی اور دشمنانِ اسلام کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اسلام دنیا پر قائم ہماری بادشاہت اور تشخص میں رکاوٹ کا باعث بنے گا۔ عہد نبوی ﷺ میں اسلاموفوبیا کی پہلی صورت اس وقت سامنے آئی، جب قریش کے سرداروں نے ابو طالب سے رجوع کیا کہ "اے ابو طالب! آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں اور ہمارے دین میں عیب نکالے اور ہم میں سے عقلمندوں کو بیوقوف بنایا اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ بتایا، لہٰذا اب یا تو اس کو ہم سے روک دیجیے یا ہمارے اور اس کے درمیان دخل نہ دیجیے۔"[4]

وقت کے ساتھ ساتھ یہ سوچ پختہ ہوتی گئی اور اس سوچ کے تحت اسلام مخالف مظاہر واضح ہوتے گئے۔ کیرن آرم اسٹرانگ کے مطابق: "اسلاموفوبیا کی تاریخ صلیبی جنگوں سے ہی جا ملتی ہے یعنی عیسائی دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت اور خوف رکھنے کی تاریخ محفوظ اور مدون ہے۔"[5] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلاموفوبیا کی سوچ کو ہر زمانے میں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا رہا اور اسے وقت کے ساتھ تقویت ملتی گئی لیکن اس کو باقاعدہ اصطلاح کے طور پر نائن الیون کے بعد ہی استعمال کیا گیا ہے۔

اسلام و فوبیا کے اسباب

اسلاموفوبیا پر تحقیق کے لیے ضروری ہے کہ عصر حاضر میں تیزی سے پھیلتے ہوئے اسلاموفوبیا کے اسباب پر روشنی ڈالی جائے۔

ا۔ اسلام کے بارے میں غلط فہمی اور لاعلمی

اسلاموفوبیا کا بنیادی سبب اسلام کے حوالے سے منصوبہ بندی کے تحت پھیلائی جانے والے غلط فہمی ہے۔ حقوقِ انسانی

کی بین الاقوامی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے 2012ء میں 123 صفحات پر مشتمل رپورٹ بعنوان Choice and Prejudice: Discrimination against Muslims in Europe" " شائع کی جس کے مطابق

"۱۱/ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکی شہر نیویارک کے ٹوئن ٹاور پر حملے کے واقعہ کے بعد مسلمانوں کے بارے میں تعصب میں جارحانہ حد تک اضافہ ہوا۔ تاہم، یہ وضاحت بھی کی گئی کہ مسلمانوں کے بارے میں تعصب صرف نائن الیون کے حوالے سے نہیں پایا جاتا بلکہ یہ بہت پہلے سے وہاں موجود ہے۔ بطور مثال بیشتر یورپی باشندے کسی مسلمان خاندان کو اپنا ہمسایہ بنانا پسند نہیں کرتے۔ بلجیم، بلغاریہ، استونیا، لتھوانیا، یونان، مالٹا، رومانیہ، فن لینڈ میں صورتِ حال انتہائی سنگین ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں منفی رائے کا اظہار کئی رائے عامہ کے جائزوں میں ہوا ہے۔ بطور مثال ان جائزوں میں حصہ لینے والے فرانس کے ۶۸ فیصد اور جرمنی کے ۷۵ فیصد شہریوں نے کہا کہ مسلمان ان کے معاشرے میں ضم نہیں ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود ایسا نہیں کرنا چاہتے۔"[6]

اس رپورٹ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح ذہن سازی کے ذریعے سے اسلام کے بارے میں غلط فہمی پھیلائی جاتی ہے جو کہ اسلاموفوبیا کا سبب بنتی ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے لاعلمی بھی اسلاموفوبیا میں اضافے کا ایک بڑا سبب ہے۔

پاکستان کے سابق سفیر عاقل ندیم اپنے آرٹیکل میں لکھتے ہیں: "ایک تحقیق کے مطابق امریکیوں کی بڑی اکثریت مسلمانوں یا اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ صرف 38 فیصد امریکی کسی مسلمان سے ملے ہیں یا انہیں ذاتی طور پر جانتے ہیں۔ کم از کم 62 فیصد امریکی کسی مسلمان سے نہ ملے ہیں اور نہ ہی انہیں کبھی ان سے بات کرنے کا موقع ملا۔ اسی طرح 57 فیصد شہری اسلام کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں اور 26 فیصد کچھ بھی نہیں جانتے۔"[7]

اس تحقیق سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کے دعوت کے حوالے سے خود مسلمان اتنے کمزور ہیں کہ اسلام کے حوالے سے آگہی کا تناسب انتہائی کم ہے۔

۲۔ میڈیا کا منفی کردار

اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ کا ایک بڑا ذریعہ مغربی میڈیا ہے جو کہ تواتر کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈا کر رہا ہے۔

"نائن الیون کے بعد ہم دیکھ رہے ہیں کہ میڈیا نے واضح ایجنڈہ بنایا ہے، جو واقعات پیش آتے ہیں میڈیا ان کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے، مغربی میڈیا کی رپورٹ میں اسلام کا دوسرا نام دہشت گردی رکھا گیا ہے۔ وہ برابر برطانوی

مسلمانوں کو یہ یاد دلاتا رہتا ہے کہ مسلمان ہیں تو وہ لازمی طور پر دہشت گرد ہیں، یہی وجہ ہے بقول ان کے مغربی معاشرہ کے وجود کو اسلام سے شدید خطرہ لاحق ہے۔"[8]

امریکہ کے بڑے نیوز نیٹ ورکس اے بی سی اور سی بی ایس میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف 80 فیصد اضافہ ہوا ہے جبکہ فاکس ٹی وی میں یہ اضافہ 60 فیصد کے قریب ریکارڈ کیا گیا ہے۔

۳۔ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی

مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی بھی اسلاموفوبیا کا ایک سبب ہے جس سے مغربی طاقتیں خوفزدہ ہیں اور اس بنیاد پر وہ اندزے لگا رہی ہیں کہ مستقبل قریب میں اسلام دنیا کا سب سے بڑے مذہب کے طور پر اُبھرے گا اور ساتھ ہی اپنی عوام کو بھی مستقبل کے متوقع منظر نامے سے خبر دار کر رہی ہیں۔

"فرانس میں نیشنل فرنٹ کے لیڈر لی پین لوگوں کو یہ کہہ کر ڈراتے ہیں کہ:"یورپ کچھ عرصہ بعد یورپ نہیں رہے گا، یہ اسلامی جمہوریہ میں تبدیل ہو جائے گا۔ ہم ایک تاریخی موڑ پر آ کھڑے ہیں اور اگر ہم نے اس موقع پر اپنی تہذیب کی حفاظت نہیں کی تو یہ منصہ شہود سے غائب ہو جائے گی۔"[9]

سیاسی اسلام کا خوف

سیاسی میدان میں اسلام کے غلبے کا خوف بھی اسلام فوبیا کے پھیلاؤ کا ایک بڑا سبب ہے، مغرب سیاسی اسلام کو اپنے اقتدار کے لیے سب سے بڑا خطرہ تصور کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام کے غیر سیاسی بیانیے کو مختلف ذرائع سے مدد فراہم کی جاتی ہے۔

سوئزرلینڈ کی کل آبادی 75 لاکھ کے قریب ہے کہ جس میں سے مسلمان تقریباً 4 لاکھ ہیں، یہاں محض 150 مساجد ہیں، مزید زیر تعمیر تھیں تو اسی دوران پارلیمنٹ میں اکثریت رکھنے والی نیشنلسٹ سوئس پارٹی نے مساجد کے مینار کے خلاف ایک منظم مہم چلائی۔ اسلاموفوبیا کا شکار اس پارٹی کے دعوے کے مطابق مساجد کے مینار مسلمانوں کے سیاسی غلبے کی علامات ہیں، اس بنیاد پر عوامی ریفرنڈم کا انعقاد کیا گیا کہ جس میں 85 فیصد عوام نے پابندی کے حق میں رائے دی۔ اسلاموفوبیا کے متاثرین کے مندرجہ بالا اقدامات اس وقت دعوت کی راہ میں ایک چیلنج کے طور پر موجود ہیں۔

اسلاموفوبیا کے مظاہر عہد نبوی ﷺ اور عصر حاضر کے تناظر میں

اسلاموفوبیا سوچ کا آغاز عہد نبوی ﷺ سے ہی ہو گیا تھا۔ اس زمانے میں اسلاموفوبیا کے تحت دشمنانِ اسلام جو تدابیر اختیار کی تھیں آج بھی وہی سرگرمیاں معمولی ردوبدل کے ساتھ جاری ہیں اور اس وقت بھی یہ تدابیر اسلام کی دعوت

میں رکاوٹ کا باعث بنتی تھیں اور آج بھی اسی سے مماثل صورتحال ہے۔

عہد نبوی ﷺ کے میڈیا میں منفی تاثر

عہد نبوی ﷺ میں اسلاموفوبیا کے متاثرین نے نبی ﷺ کے حوالے سے منفی تاثر قائم کرنے کے لیے اس وقت کے میڈیا کا سہارا لیا، حج کے مہینے میں پورے عرب سے لوگ مکہ مکرمہ تشریف لاتے تھے اس لیے اس وقت کا سب سے اہم میڈیا یہی تصور کیا جاتا تھا۔ چناچہ اسلاموفوبیا کے متاثرین نے اس میڈیا کو استعمال کرنے کی منصوبہ بندی شروع کی تاکہ قبل اس کے کہ مسلمان اس میڈیا کا مثبت استعمال کریں۔ ہمیں ان سے پہلے ہی اس کے مقابلے کی تیاری کرنی چاہیے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے تاکہ وہ اس میڈیا کو استعمال کرنے کے حوالے سے کوئی مؤثر تجویز دے سکے۔ ولید نے یہ مشورہ دیا کہ تم سب کسی ایک رائے پر اتفاق کرلو کہ محمد کی کس طرح کی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنی ہے تاکہ کسی اختلاف کی صورت میں مؤقف بے وزن نہ ہو جائے۔ الرحیق المختوم میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے "چند لوگوں نے کہا! ہم کہیں گے کہ وہ کاہن ہے، ولید نے کہا: نہیں بخدا وہ کاہن نہیں ہے، ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے، اس شخص کے اندر نہ کاہنوں جیسی گنگناہٹ ہے نہ ان کے جیسی قافیہ گوئی اور تک بندی۔ اس پر لوگوں نے کہا تب ہم کہیں گے کہ وہ پاگل ہے۔ ولید نے کہا، نہیں وہ پاگل بھی نہیں ہے۔ ہم نے پاگل بھی دیکھے ہیں اور ان کی کیفیت بھی، اس شخص کے اندر نہ پاگلوں جیسی دم گھٹنے کی کیفیت اور الٹی سیدھی حرکتیں ہیں اور نہ ان کے جیسی بہکی بہکی باتیں۔ لوگوں نے کہا، تب ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا وہ شاعر بھی نہیں۔ ہمیں رجز، ہجز، قریض، مقبوض، مبسوط سارے ہی اصناف سخن معلوم ہیں۔ اس کی بات بہر حال شعر نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا تب ہم کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے۔ ولید نے کہا یہ شخص جادوگر بھی نہیں ہے ہم نے جادوگر اور ان کا جادو بھی دیکھا ہے۔ یہ شخص نہ تو ان کی طرح جھاڑ پھونک کرتا ہے نہ گرہ لگاتا ہے۔ لوگوں نے کہا: تب ہم کیا کہیں گے؟ ولید نے کہا کہ اس کے بارے میں سب سے مناسب بات یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ جادوگر ہے، اس نے ایسا کلام پیش کیا ہے جو جادو ہے، اس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر بیوی اور کنبے قبیلے میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔"[10]

عصر حاضر کا ایک مشہور مقولہ ہے "Perception is more important than reality" یعنی کسی کے حوالے سے تاثر حقیقت کے مقابلے میں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ جس پر یقین رکھتے ہوئے بڑے بڑے ادارے پرسیپشن مینیجمینٹ پر اپنا بجٹ استعمال کرتے ہیں۔ اسی سوچ کے تحت مشرکینِ مکہ نے نبی ﷺ کے حوالے سے منفی تاثر قائم کرنے کی کوشش کی۔ معین الدین ندوی اس وقت کے میڈیا کے استعمال کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں "تم ہمارے

شہر میں مہمان آئے ہو، اس لیے از راہ خیر خواہی تم کو آگاہ کیے دیتے ہیں کہ اس شخص نے ہمارے درمیان پھوٹ ڈل کر ہمارا شیرازہ بکھیر دیا ہے، نہیں معلوم کہ اس کی زبان میں کیا سحر ہے جس کے زور سے وہ بیٹے کو باپ سے بھائی کو بھائی سے اور بیوی کو شوہر سے لڑوادیتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں تم اور تمہاری قوم بھی اس کی باتوں میں نہ آجائیں اس لیے ہمارادوستانہ مشورہ ہے کہ تم اس کے ساتھ نہ ملو اور نہ اس کی بات سنو۔"[11]

اس پر سپیشن کا دعوت کے تناظر میں نقصان یہ ہوا کہ مکہ میں باوجود انتھک محنت و سعی کے ڈیڑھ سو سے زیادہ افراد مسلمان نہیں ہو سکے۔

عصر حاضر میں اسلام کا تاثر

عصر حاضر میں بھی اسلاموفوبیا کے متاثرین نے اسلام کے حوالے سے منفی تاثر قائم کرنے کے لیے اسلام اور مسلمانوں کو مختلف نام سے منسوب کیا جاتا ہے کہ جس میں Fundamentalist, Terrorist، اسلامی جنگجوئیت، اسلامی فسطائیت Radical Islam شامل ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لیے ہر ممکنہ ذرائع کو استعمال کیا جاتا ہے۔

فلموں اور ویڈیو گیمز میں مسلمانوں کو دہشت گرد کے روپ میں پیش کرنا

گریٹ ولڈرز نامی ہالینڈ کا پارلیمینٹیرین 1963ء میں ایک کیتھولک گھرانے میں پیدا ہوا، اسلاموفوبیا کا شکار یہ گریٹ ولڈرز اسلام کی تیز رفتار توسیع کے حوالے سے فکر مند ہے اور خوف زدہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کی یہی رفتار رہی تو وہ وقت دور نہیں کہ جب ہالینڈ میں اسلام اکثریتی مذہب ہو گا۔ اس کے مطابق قرآن خون خرابے اور دہشت گردی پر اُبھارتا ہے اور محمد ﷺ کی بھی یہی تعلیمات تھیں۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ناگزیر ہے کہ اس میں سے جہادی مواد ختم کر دیں۔ اپنے اس دعوت کے ثبوت میں گریٹ ولڈرز نے "فتنہ" کے نام سے ایک فلم بنائی، پندرہ منٹ پر مشتمل اس فلم کے آغاز میں نبی ﷺ کا توہین آمیز خاکہ دکھایا گیا ہے۔ پھر سورہ انفال کی آیت 60 اسکرین پر سامنے آتی ہے کہ جس میں دشمن کے خلاف تیاری کرنے کا حکم ہے۔ اس کے فوراً بعد ہی نائن الیون کا حادثہ دکھایا جاتا ہے، جس سے ناظرین کے ذہن میں یہ تاثر اُبھرتا ہے کہ نائن الیون کا یہ حادثہ قرآنی آیت پر عمل کا نتیجہ ہے۔

اس کے بعد اسکرین پر یہ الفاظ نمودار ہوتے ہیں:

"Allah is happy when non-Muslims get killed."

پندرہ منٹ کی اس فلم میں متعدد مرتبہ جہاد سے متعلق قرآنی آیات لکھی ہوئی آتی ہیں کہ جس کے پس منظر میں دنیا کے مختلف خطوں میں ہونے والی تباہی کی عکس بندی کی جاتی ہے۔ فلم کے آخر میں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ مسلمانوں

پر اب فرض ہے کہ قرآن سے ایسی آیات ختم کی جائیں۔

ویڈیو گیمز

عصر حاضر میں اسلام کا چہرہ مسخ کرنے کے لیے ویڈیو گیم کا سہارا بھی لیا جاتا ہے۔Resident Evil 4 نامی ویڈیو گیم 11 جنوری 2005ء کو ریلیز ہوا، اس گیم میں مختلف مراحل پر غیر محسوس انداز میں اسلام کی توہین کی گئی ہے۔ اس گیم میں مسجد نبوی ﷺ کے دروازے سے مشابہت والا دروازہ دکھایا گیا ہے جس پر شیطان کی تصویر لگائی گئی ہے۔ ایک مرحلے میں قرآن مجید زمین پر گرا ہوا دکھایا گیا ہے۔29 اکتوبر 2003 کو ریلیز ہونے والا ایک اور ویڈیو گیم Call of Duty ہے کہ جس میں ایک مرحلے پر آگے بڑھنے کے لیے لازمی ہے کہ قرآن کو گولی مار کر گرایا جائے، متحدہ عرب امارات میں اس گیم پر پابندی عائد ہے۔

پرنس آف پرشیا نامی ویڈیو گیمز کی سیریز کا پہلا سیزن 3 اکتوبر 1989ء کو ریلیز ہوا، اس کارٹون میں ایران کے شہزادے کو مسلمانوں کے نمائندے کے طور پر دکھایا گیا ہے کہ جس کی اہم بات اس کی تلوار ہے کہ جس پر عربی میں لکھا گیا ہے "تعلیمات کو پھیلاؤ" اور وہ تلوار کے ذریعے قتل عام کرتا ہے، جس کے ذریعے "اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے" کے بیانیے کو تقویت دی جاتی ہے۔

عہد نبوی ﷺ میں بھی ذرائع ابلاغ کے ممکنہ ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے اسلام کا منفی تاثر قائم کیا جاتا تھا اور آج بھی اس مقصد کے لیے ہر ممکنہ میڈیا کو زیرِ استعمال لایا جاتا ہے تاکہ اسلام کی دعوت کو روکا جاسکے۔

استہزا

عہد نبوی ﷺ میں اسلاموفوبیا کا شکار قریشِ مکہ نے اسلام کی دعوت کو پھیلنے سے روکنے کے لیے جو مختلف تدابیر اختیار کیں ان میں سے ایک طریقہ استہزا، تحقیر اور تمسخر کا تھا کہ جس کے ذریعے سے نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا مذاق اُڑایا جاتا تھا تاکہ عام فرد کو اسلام سے دور کیا جاسکے۔ قرآن میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ "[12]

"مجرم لوگ دنیا میں ایمان لانے والوں کا مذاق اڑاتے تھے، جب ان کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار مار کر ان کی طرف اشارے کرتے تھے، اپنے گھروں کی طرف پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے۔"

اسی طرح نبی ﷺ کو مجنوں، دیوانے کے القاب سے پکارا جاتا تھا آج بھی اسلاموفوبیا کے متاثرین کی سرشت نہیں بدلی ہے بس جدید انداز اختیار کر لیا ہے، کارٹونز اور کیری کیچرز کی مدد سے مجنوں اور دیوانہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

توہین آمیز خاکوں کی وقتاً فوقتاً اشاعت

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا واقعہ سب سے پہلے اس وقت پیش آیا جب فلیمنگ روز نامی صحافی نے چالیس بہترین کارٹون سازوں کی خدمات حاصل کی اور اُن سے نبی ﷺ کے کارٹون بنائے گئے۔ جن میں سے 12 کارٹونز کا انتخاب کر کے بعنوان "پیغمبرِ اسلام کے خاکے کی تصویر "20 ستمبر 2005ء کے اخبار میں شائع کیا۔

شمارے میں اس عنوان کے تحت اخبار میں شائع کیا گیا:۔ جب اسے اس حوالے سے ملامت کا سامنا کرنا پڑا تو جواب میں اس نے کہا کہ Flemming Rose claimed, "I do not regret having commissioned these cartoons"[13]

فلیمنگ روز نے کہا "مجھے ان خاکوں کو شائع کر کے کوئی پچھتاوا نہیں۔"

"اسی طرح 200 ریڈیو اور ٹیلی ویژن چینلز نے "آزادئ صحافت" اور "سیکولر جمہوریت" کے نام پر توہین آمیز خاکوں کو نشر کیا۔"[14]

حال ہی میں فرانس کے صدر نے اسلاموفوبیا کی عملی نظیر پیش کی کہ جب پیرس کے مضافات میں واقع ہائی اسکول کے ٹیچر سیموئیل پیٹی نے اپنی کلاس میں توہین آمیز خاکے دکھائے اور بعد ازاں وہ اپنے شاگرد کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اس موقعے پر فرانسیسی صدر میکرون نے ملعون ٹیچر کو "قومی ہیرو" قرار دیتے ہوئے اُسے قومی ایوارڈ سے نوازنے کا اعلان کیا اور گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کو آزادئ اظہار رائے قرار دیتے ہوئے کہا کہ "ہم خاکے بنانا نہیں چھوڑیں گے اور اب اِن خاکوں کو عوامی مقامات پر لگایا جائے گا۔"[15]

قرآن میں تشکیک

عہد نبوی ﷺ میں اسلاموفوبیا کا ایک مظہر قرآن کا انسانی کلام ہونے کا دعویٰ ہے تاکہ قرآن سے رہنمائی کی

صورت میں اسلام غالب ہی نہ آجائے اس لیے اس کے حوالے سے شک پیدا کر دیا جائے۔

"وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ"[16]

"اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: یہ (قرآن) تو کچھ بھی نہیں، بس ایک من گھڑت چیز ہے جو اس شخص نے گھڑ لی ہے، اور اس کام میں کچھ اور لوگ بھی اس کے مددگار بنے ہیں۔"

اسی روش پر چلتے ہوئے عصر حاضر کے مستشرقین نے بھی براہ راست نبی ﷺ کو ہی قرآن کا مصنف قرار دیا ہے۔ چارلس کٹلر اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"His "Arabic Koran," a work of genius, the great creation of a great man, is indeed built throughout from Arabian materials." [17]

"اس کا عربی قرآن، ایک فطانت کا شاہکار، اور ایک عظیم آدمی کی عظیم تخلیق، یقیناً اول تا آخر عرب مواد سے ترتیب دیا گیا ہے۔"

قرآن کی توہین

نبی ﷺ کی دعوت کے آغاز سے ہی اہلِ مکہ کو اس بات کا خوف تھا کہ قرآن کی تاثیر سے ہمارے ہی خاندان کے افراد اپنے آباؤ اجداد کے دین سے منحرف نہ ہو جائیں۔ اس خطرے کے پیشِ نظر وہ قرآنی آیات کا کھلے عام استہزا کرتے تھے جیسے قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ"[18]

"اور جب ہماری آیتوں میں سے کوئی آیت ایسے شخص کے علم میں آتی ہے تو وہ اس کا مذاق بناتا ہے، ایسے لوگوں کو وہ عذاب ہو گا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔"

اور آج بھی اسلاموفوبیا کی بناء پر قرآن کی توہین کے واقعات وقتاً فوقتاً سامنے آتے ہیں۔

چرچ میں قرآن کو نذر آتش

عصر حاضر میں اسلاموفوبیا کا مظہر اس وقت سامنے آیا کہ جب 21 مارچ 2011ء کو امریکی پادری ٹیری جونز نے اپنے دوست پادری وائن ساپ کے ساتھ مل کر امریکی ریاست فلوریڈا کے ایک چرچ میں 30 افراد کے سامنے قرآن کو نذر آتش کر دیا، ٹریبیون میں شائع کی گئی خبر کے مطابق:

"A controversial US evangelical preacher on Sunday oversaw the burning of a copy of the Quran in a small Florida church after finding the Muslim holy book “guilty” of crimes" [19]

"ایک متنازعہ امریکی نے فلوریڈا کے چرچ میں مسلمانوں کی مقدس کتاب کو مجرم قرار دے کر آگ لگا دی۔"

اس نے قرآن کو تمام جرائم کا ذمہ دار قرار دیا۔ پہلے اس نے چرچ کے اندر ہی قرآن کے خلاف عدالت لگائی اور آٹھ منٹ کی عدالتی کاروائی کے بعد قرآن کو مجرم ٹھیرایا۔ عدالتی کاروائی کے دوران قرآن کے نسخے کو مٹی میں بھگو کر رکھا اور پھر اس اعلان کے ساتھ آگ لگائی کہ میں نے مسلمانوں کو اپنی کتاب کی حفاظت کرنے کے لیے کہا تھا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اس لیے میں نے آگ لگا دی۔ مذکورہ واقعہ اسلاموفوبیا کا ایسا واضح مظہر ہے کہ جس کے حق میں کوئی بھی توجیہہ نہیں کی جا سکتی۔

سوشل بائیکاٹ

مشرکین مکہ کے دلوں میں اسلام کے غلبے کا خوف جب مزید زور پکڑ گیا تو نبوت کے ساتویں سال خاندان بنو ہاشم کا معاشرتی مقاطعہ کیا گیا جس کی بناء پر خاندان بنو ہاشم تین سال کے لیے شعب ابی طالب میں پناہ گزین ہوگئے، یہ نبی ﷺ کے خاندان کے لیے انتہائی تکلیف دہ وقت تھا۔ "قریش نے بالاتفاق ایک دستاویز لکھی جس میں اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کیا گیا تھا کہ جب تک بنی ہاشم اور بنی مطلب محمد ﷺ کو ان کے حوالے نہ کر دیں اس وقت تک ان سے میل جول، شادی بیاہ، بول چال اور خرید و فروخت کا کوئی تعلق نہ رکھا جائے گا۔ قریش کے تمام خاندانوں کے سربراہوں نے اس دستاویز کی توثیق کی اور اسے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔"[20]

آج بھی مختلف ممالک میں اسلاموفوبیا کی وجہ سے مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔

بی جے پی نے 2002ء میں ایک پمفلٹ تقسیم کیا جس کا ہیومین رائٹس واچ نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے:

"Economic boycott is the only solution! Let us resolve -
1. From now on I will not buy anything from a Muslim shopkeeper!
2. I will not sell anything from my shop to such elements!
3. I shall not receive any education or training from a Muslim teacher. Such a strict economic boycott will throttle these elements! It will break their back-bone!"[21]

اگرچہ یہ پمفلٹ 2002ء کا ہے لیکن اس سے ان کے اسلاموفوبیا کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے سوشل اور معاشی بائیکاٹ کی خواہش نہ صرف عہدِ نبوی ﷺ میں موجود تھی بلکہ 2002ء کے جدید زمانے میں بھی اس کا اظہار کیا جاتا رہا ہے۔

الجزیرہ اخبار میں 29 اپریل 2020ء کو یہ خبر شائع ہوئی کہ بھارتیا جنتا پارٹی نے (BJP) عوام سے یہ اپیل کی ہے مسلمانوں کے ساتھ سبزی کی خرید و فروخت بند کی جائے۔

"Keep one thing in mind. I am telling everyone openly. There is no need to buy vegetables from 'miyans' [Muslims]-"[22]

کووڈ19 کو بہانے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر بی جے پی نے مسلمانوں کے ساتھ خرید و فروخت پر پابندی عائد کر کے شعب ابی طالب کے سوشل بائیکاٹ کی روایت کو زندہ کیا ہے۔

کردار کشی

مکی دور میں نبی ﷺ کے کردار پر کبھی کسی نے انگلی نہیں اُٹھائی اس لیے کہ آپ ﷺ کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قیصر روم ہرقل کے دربار میں ابوسفیان نے بھی نبی ﷺ کے کردار کے حوالے سے مثبت گواہی دی تھی، لیکن مدینہ میں منافقین اور یہودیوں نے مل کر دشمنی کی اس حد سے تجاوز کرتے ہوئے نبی ﷺ کی نہ صرف تعدد ازواج کو نشانہ بنایا بلکہ آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی کردار کشی کی کوشش بھی کی۔ واقعہ افک میں اور حضرت زینبؓ بنت جحش سے شادی کے موقعے پر بھی خوب پروپیگنڈہ کیا گیا۔ "کہنے والوں نے یہاں تک کہا کہ محمد ﷺ نے زینب کو اچانک دیکھا اور ان کے حسن سے اس قدر متاثر ہوئے کہ نقد دل دے بیٹھے اور جب ان کے صاحبزادے زید کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے زینب کا راستہ محمد ﷺ کے لیے خالی کر دیا۔"[23] یہی الزام 1929ء میں سوامی پنڈت چموپتی نے "رنگیلا رسول" کے نام سے گستاخی پر مشتمل کتاب میں لگایا، جسے پبلشر "مہاشے راجپال" نے شائع کیا جو بعد ازاں 6 اپریل 1929ء کو غازی علم الدین کے ہاتھوں کیفر کردار تک پہنچا اور آج بھی انہی موضوعات کے ساتھ کردار کشی کی سعی کی جاتی ہے۔

"مسلمانوں کی معصومیت" نامی ویڈیو

اسلاموفوبیا کی ایک صورت مویز میں بھی دکھائی دیتی ہے کہ جب خاص مسلمانوں کو ہدف بنا کر مووی بنائی جاتی ہے۔ 2012ء میں انگریزی زبان میں ایک بیہودہ فلم نشر کی گئی جس کا عنوان مسلمانوں کی معصومیت (Innocence of Muslims) تھا، اس کا ہدایت کار الان روبرٹس تھا۔

"اس فلم کو پادری ٹیری جونز نے بعض مصری تارکین وطن کے تعاون سے عربی میں بھی براءة المسلمين کے نام سے ڈب کیا ہے۔ ان تارکین وطن میں نقولا باسیلی نقولا (Sam Bacile) کا نام سامنے آ رہا ہے جو ایک قبطی الاصل مصری امریکی ہے۔"[24]

اس پوری فلم کا ہدفِ خاص نبی ﷺ کی نجی زندگی ہے کہ جس میں آپ ﷺ کو ایک ظالم شوہر کے طور پر دکھایا گیا ہے، 120 منٹ دورانیہ کی اس فلم میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کا کردار بھی منفی انداز میں دکھایا گیا ہے،

2011ء کی گرمیوں میں 50 اداروں نے ملکر اس فلم کو لاس اینجلس کے قریب ایک گرجے میں شوٹ کرایا جو کہ اسلام سے خوفزدہ ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

اس کے علاوہ اسلاموفوبیا کے مظاہر میں نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو حالتِ نماز میں تشدد کا نشانہ بنا کر عبادت کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جاتی تھیں آج بھی نیوزی لینڈ کی مسجد میں فائرنگ کا واقعہ ہو یا مساجد مسمار کرنے اور بند کرنے کے واقعات ہوں، یہ بھی اسی سوچ کی ایک کڑی ہیں۔

اسلاموفوبیا کے اہداف

اسلاموفوبیا کا بنیادی ہدف تو یہ ہے کہ کسی طرح اسلام کی دعوت کے راستے میں رکاوٹیں ڈالی جائیں تاکہ اول تو اسلام کی دعوت دوسروں تک پہنچنے ہی نہ دی جائے اور اگر پہنچے بھی تو اسلام کا ایسا تاثر قائم کر دیا جائے کہ لوگ اس سے خوفزدہ ہو جائیں اور اس کے منفی پہلوؤں کو بنیاد بنا کر اسے قبول نہ کریں۔ چناچہ اس مقصد کے حصول کے لیے قرآن، احادیث، سیرت اور اسلامی تہذیب کو خصوصی نشانہ بنایا جاتا ہے۔

ا۔ قرآن

ابن وراق قرآن کو نشانہ بناتے ہوئے لکھتا ہے:

"یہ ایمان رکھنا کہ قرآن کلامِ الٰہی ہے سراسر غیر منطقی اور خلافِ عقل ہے، تھوڑا سا بھی غور و فکر کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن میں بہت سے الفاظ اور پیرگراف ایسے ہیں جن میں خود خدا کو مخاطب کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ قرآن تاریخی غلطیوں اور تنازعات سے بھرا پڑا ہے۔"[25]

۲۔ احادیث

عصر حاضر میں احادیث کے مجموعے پر اعتراضات کے ذریعے سے اسلاموفوبیا کے متاثرین اپنے اہداف حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس حوالے سے آرتھر جعفری لکھتا ہے:

"تاہم پیغمبر ﷺ کے وصال کے بعد، ان کے پیروکاروں کی بڑھتی ہوئی جماعت نے محسوس کیا کہ دینی اور سماجی زندگی میں بے شمار ایسے مسائل ابھر رہے ہیں جن کے متعلق قرآن میں کوئی ہدایت موجود نہیں، لہٰذا ایسے مسائل کے متعلق راہنمائی حدیث میں تلاش کی گئی۔ احادیث سے مراد وہ چیزیں جو پیغمبر ﷺ نے اپنی زبان سے کہیں یا آپ ان پر عمل پیرا ہوئے یا وہ چیزیں جن کے متعلق کہا گیا کہ وہ پیغمبر ﷺ کے اقوال یا افعال ہیں، صحیح، جزوی طور پر صحیح اور اور جعلی احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ حدیث کی کتابوں میں جمع کر دیا گیا۔"[26]

۳۔ سیرت

نبی ﷺ کی سیرت سے غزوات کے واقعات کو اس انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے عام بادشاہوں کی مانند محض اپنی طاقت کا سکہ جمانے کے لیے مختلف جنگیں کی ہیں۔ اسی سوچ کو پھیلاتے ہوئے پر ایک یہودی علامہ خیام المرئی اپنی ٹویٹ میں لکھتا ہے کہ " پہلی صدی ہجری اور دوسری صدی ہجری کے اوائل میں محمد اور عرب فاتحین کے جتنے آزاد ذرائع سے شواہد ملتے ہیں، ان میں محمد بطور خونریز عرب کے دکھائی دیتے ہیں۔ "[27]

۴۔ اسلامی تہذیب

اسلام کی دعوت کو روکنے کے لیے اسلامو فوبیا کا ایک اور ہدف اسلامی تہذیب ہے جس کو ایسا شدت پسند بنا کر پیش کیا جاتا ہے کہ وہ دور جدید سے ہم آہنگ نہیں ہو سکتی اس لیے ایسی تہذیب سے دور رہنا ہی عقلمندی ہے۔ تہذیبوں کے تصادم کے مصنف سیموئن ہنگٹن کے بقول:

"مغرب کے لیے اصل مسئلہ اسلامی بنیاد پرستی (Islamic Fundamentalism) نہیں بلکہ اسلام ہے۔ جو اپنی ایک الگ تہذیب رکھتا ہے جس کے ماننے والے اپنی شناخت کی برتری کے قائل ہیں۔ "[28]

سیرت کی روشنی میں اسلام وفوبیا کا حل

اسلام کی دعوت کے سامنے عہد نبوی ﷺ میں بھی اسلامو فوبیا کا چیلنج موجود تھا اور عصر حاضر میں بھی یہ چیلنج اسی طرح موجود ہے۔ کار دعوت کے لیے ناگزیر ہے کہ اس چیلنج کی موجودگی میں آپ ﷺ کی حکمتِ عملی کا بغور مطالعہ کیا جائے کہ آپ ﷺ نے اس صورتحال کا مقابلہ کیسے کیا اور اس کی روشنی میں عصر حاضر میں اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔ نبی ﷺ کی حیات طیبہ کو دعوتی حکمت عملی کے تناظر میں واضح طور پر مکی اور مدنی ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ مکی دور میں اسلاموفوبیا کا حل

مکی دور میں اسلام فوبیا پورے زوروشور کے ساتھ موجود تھا، اس چیلنج کی موجودگی میں آپ ﷺ نے کار دعوت کے لیے بہترین حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر ممکنہ طریقہ مصلحت کے ساتھ استعمال کیا۔

- مکالمے کی حوصلہ افزائی

نبی ﷺ نے ہمیشہ مکالمے کی حوصلہ افزائی کی ہے اور "وجادلھم بالتی ھی احسن"[29] (اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو) کے اصول کو اپناتے ہوئے دعوتی نقطہ نظر سے اکابرین قریش کو اپنی مجالس میں شریک

کرایا ہے اور خود بھی گاہے بگاہے قریشی مجالس میں شرکت فرمائی۔ " اپنی بعثت کے بعد رسول اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ اور قریش کی ان تہذیبی مجالس کو اسلام کی دعوت و تبلیغ اور اللہ تعالیٰ کے دینِ مبین کی ترسیل و تشریح کے لیے استعمال کیا۔۔۔ان مجالس نبوی ﷺ کا ایک خاص پہلو یہ بھی ہے کہ بحث ومباحثہ اور مناظرہ ومجادلہ کے لیے اور کبھی کبھی افہام و تفہیم کی خاطر قریشی اکابر بھی ان مجالس میں شریکِ سعادت ہوئے تھے۔ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ رسول ﷺ قریشی اکابر کو بھی اپنی مجالس میں شریک ہونے کی دعوت دیتے تھے جو وہ قبول بھی کر لیتے تھے اور رد بھی کر لیتے تھے۔"[30] اس اصول کو اپناتے ہوئے عصر حاضر میں اسلام کے داعی کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ مکالمے کے ہر فورم کو استعمال کریں چاہے وہ بین الاقوامی فورمز ہو یا کسی خاص براعظم کا مخصوص ادارہ ہو، اس میں اپنی شرکت کو یقینی بناتے ہوئے دعوتی اسلوب اختیار کریں۔

- میڈیا کا مؤثر استعمال

نبی ﷺ نے دعوت کے فروغ کے لیے اس وقت کے ہر ممکنہ ذرائع ابلاغ کا بخوبی استعمال کیا، حج کا مہینہ اس وقت کا پرائم میڈیا تصور کیا جاتا تھا اس لیے آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کے ساتھ مل کر اس کا بہترین استعمال کیا۔اسی طرح اس وقت کے شعراء کرام کو چونکہ اسلاموفوبیا کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ لہٰذا نبی ﷺ نے بھی اسلامی شعراء کو دعوت کے فروغ کے لیے استعمال کیا۔"اسلام کے ابتدائی زمانے سے ہی اسلام اور پیغمبر اسلام کو طرح طرح کی الزام تراشیوں کا نشانہ بنا کر بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس زمانے میں اشعار ہی Public opinion کو mobilize کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ سمجھا جاتا تھا، انہی اشعار کے ذریعے عہد جاہلی کے شعراء نے اسلام کے خلاف ایک طرح کی Media War چھیڑ رکھی تھی۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنے مسلم شعراء کے ذریعہ اشعار کے ہی واسطے سے انہیں خاموش ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔"[31] عصر حاضر میں اس پہلو سے راہنمائی لینے کے لیے ضروری ہے کہ میڈیا کی مروجہ اقسام پرنٹ، الیکٹرانک، سوشل میڈیا کو میگزین، تحقیقی مقالہ جات، فلم، ڈرامہ، کمپیوٹر گیمز اور دیگر ممکنہ ذرائع کو دعوت کے فروغ کے لیے استعمال کیا جائے۔

- مؤثر افراد کو دعوت

مؤثر افراد کسی بھی معاشرے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں، ان کے پیچھے چلنے والے اور صحیح یا غلط سے قطع نظر ہر معاملے میں ان کی تقلید کرنے والے لوگ بڑی تعداد میں موجود ہوتے ہیں اس لیے نبی ﷺ نے بھی ایسے افراد پر خصوصی توجہ دی یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ ہوں یا حضرت حمزہؓ، ان کے اسلام میں داخل ہونے سے مسلمانوں کو بہت تقویت حاصل ہوئی۔ "سفر طائف سے واپسی کے بعد جہاں نبی ﷺ نے بازاروں، میلوں، ٹھیلوں اور قبائلی ٹھکانوں

خاص کر مواسم حج میں قبائل عرب کے خیمہ گاہوں میں جا جا کر اسلام کی دعوت دی تھی وہاں آپ نے قریشی مجالس کو نظر انداز نہیں کیا تھا۔ مختلف اکابر قریش جیسے زمعہ بن اسور، نضر بن حارث، اسود بن عبد یغوث، ابیٔ ابن خلف اور عاص بن وائل وغیرہ کو نبی ﷺ برابر اسلام کی دعوت دیتے تھے۔"[32] اس سنت پر عمل کرتے ہوئے عصرِ حاضر میں دنیا میں موجود مؤثر افراد پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

- بطور داعی بہترین فرد کا انتخاب

مکی دور میں نبی ﷺ کی ایک حکمتِ عملی یہ بھی رہی ہے کہ کسی دوسری جگہ پر اسلام کی دعوت کے پیشِ نظر داعی کے طور پر ایسے افراد کا انتخاب کیا ہے کہ جن میں حکمت، مصلحت، مافی الضمیر کے اظہار پر دسترس، گفتگو کی صلاحیت(Communication Skills)، دوسروں کو قائل کرنے کی لیاقت (Convincing Power) موجود ہو جیسے ابو جعفرؓ بن ابی طالب کہ جنہوں نے نجاشی کے دربار میں شاہی دربار کے آداب اور مصلحت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انتہائی مدلل انداز میں اپنا موقف پیش کیا، المنہج الحرکی میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے۔

"اے بادشاہ سلامت! ہم ایک نادان قوم تھے، بتوں کی عبادت کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، فحاشی عام تھی، قطع رحمی اور بری صحبت کے عادی تھے، طاقتور کمزور پر ظلم کرتا تھا، یہاں تک کہ اللہ نے ہم میں سے ہی ایک رسول بھیجا، ہم اس کے نسب، صدق وامانت اور پاکدامنی سے واقف تھے، ہمیں اللہ کی توحید اور عبادت کی دعوت دی تو ہم نے پتھر اور بتوں کی عبادت چھوڑ دی، ہمیں سچ، امانت داری، صلہ رحمی اور اچھی صحبت کا حکم دیا، بے حیائی اور خون سے روکا اور ہمیں فحاشی، جھوٹی بات، یتیم کا مال کھانا اور پاک دامن عورتوں پر الزام سے منع فرمایا۔"[33]

اس گفتگو کا بغور تجزیہ کیا جائے تو ایسی گفتگو کی کوئی بھی مخالفت نہیں کر سکتا یہی وجہ تھی کہ نجاشی اس گفتگو کو سن کر آبدیدہ ہو گیا۔

اسی طرح نوجوان صحابی مصعبؓ بن عمیر اہلِ مدینہ کے استاد، قاری، مبلغ، اور امام ہونے کی بناء پر مقریٔ المدینہ کہلاتے تھے، سارا مدینہ ان کی دعوت کا سامع اور مخاطب تھا۔ اسد الغابہ کے مطابق "حضور اکرم ﷺ نے جناب مصعبؓ کو انصار کے ان بارہ آدمیوں کے ساتھ جنہوں نے عقبہ اولیٰ کی رات کو آپ ﷺ سے بیعت کی تھی دین کی تعلیم اور قرآن پڑھانے کے لیے بھیجا تھا، انہوں نے اسعدؓ بن زرارہ کے گھر سکونت کی تھی، مدینے میں انہیں معلم القرآن کہتے تھے، انہوں نے اول از ہمہ مدینے میں جمعے کے دن لوگوں کو جمع کیا تھا۔"[34]

حضرت مصعبؓ کی شخصیت اور گفتگو کی بہترین صلاحیت کی بناء پر اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ جیسے صحابہ کرامؓ سمیت 75 افراد نے اسلام قبول کیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ایسی صلاحیتوں والے افراد کو ہی اسلام کے نمائندے کے طور

پر عوام کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔

- نیوٹرل مقامات اور افراد کی حمایت کا حصول

نبی ﷺ نے مکہ میں رہتے ہوئے اسلاموفوبیا کے مقابلے کی ایک تدبیر یہ بھی اختیار کی کہ ایسی جگہ اور مقام کو تلاش کیا جہاں اسلام کے لیے نرم گوشہ موجود ہو اور مشکل وقت میں مسلمانوں کے لیے کسی بھی صورت میں معاون ومددگار ثابت ہوسکتے ہوں، اس مقصد کو عملی جامہ پہناتے ہوئے محض مظلوم صحابہ کرامؓ کو ہی نہیں بلکہ مؤثر صحابہؓ کہ جن میں اپنے چچازاد بھائی جعفرؓ بن ابی طالب، داماد حضرت عثمانؓ، عبد الرحمٰنؓ بن عوف، ابو جہل کے بھائی عیاشؓ، ابو عبیدہؓ بن جراح جیسے باصلاحیت صحابہ کرام کو ہجرت حبشہ کا حکم دیا۔ اس پہلو پر ڈاکٹر محمود احمد غازی اس طرح روشنی ڈالتے ہیں۔ "مہاجرین حبشہ کے اس انتخاب پر غور کیا جائے کہ رسول ﷺ نے اس وقت سے ہی ایک متبادل دارالہجرت کی تلاش شروع کر رکھی تھی، رسول ﷺ کے ذہن میں شاید یہ آیا کہ حبشہ کو دارالہجرت کے طور پر Explore کیا جائے کہ وہاں کیا امکانات ہیں، اس لیے اس ہجرت میں کچھ صحابہؓ تو وہ گئے جو واقعتاً مظلوم تھے لیکن ان کے ساتھ ساتھ صفِ اول کے کچھ ایسے جید صحابہؓ بھی تشریف لے گئے جو اس مختصر سی مسلمان کمیونٹی میں قائدانہ مقام رکھتے تھے۔ وہ وہاں جاکر ذمہ داروں سے بات چیت کر سکتے تھے، اس بات کا جائزہ لے سکتے تھے کہ ہجرت کے لیے حبشہ ایک موذوں جگہ ہے کہ نہیں ایسا لگتا ہے کہ شاید یہ ایک Fact finding mission تھا جس کا ہدف یہ قرار دیا گیا تھا کہ وہ وہاں جاکر وہاں کی صورتحال کو بغور دیکھیں۔"[35]

- مستقل مزاجی اور استقامت

نبی ﷺ نے اسلاموفوبیا کے چیلنج کے سامنے جو دعوتی حکمتِ عملی اختیار کی تھی اس میں مستقل مزاجی اور استقامت کی بڑی اہمیت ہے، کسی بھی بڑے نقصان کی صورت میں ہمت ہار جانا، حوصلے پست کر لینا یا مایوس ہو جانا یہ دعوتی مزاج کا حصہ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ مشکل ترین حالات میں بھی آپ ﷺ نے خود بھی اور صحابہ کرامؓ کو بھی صبر و استقامت کی تعلیم دی، حضرت عمارؓ بن یاسر کے والدین کی شہادت کے موقعے پر نبی ﷺ کے تلقین آمیز الفاظ "اصبر یا عمار" ہر داعی اسلام کے لیے عصر حاضر کے تناظر میں اسلاموفوبیا کے چیلنج کے سامنے رہنمائے ہدایت ہیں۔

۲۔ مدنی دور میں نبی ﷺ کا ردعمل

مدنی دور میں آپ ﷺ نے اسلاموفوبیا کا مقابلہ مختلف حکمت عملی سے کیا جس کی بنیادی وجہ حالات کا فرق تھی، مدینہ کی ریاست میں آپ ﷺ کو اقتدار حاصل تھا اور مسلمانوں کی قابل قدر تعداد موجود تھی، لہٰذا ان مثبت پہلوؤں کو

آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت کے تناظر میں استعمال کیا۔

- سرایا و غزوات کے ذریعے اسلام کی دعوت

"سرایا و غزوات نبوی ﷺ کے سلسلے میں اگر ایک بنیادی حقیقت نگاہوں کے سامنے رہے تو نہ صرف ان کی صحیح مذہبی نوعیت اجاگر رہے بلکہ ان کے تبلیغی اور دعوتی پہلو اور مقاصد بھی واضح رہیں۔ اشاعت اسلام کی خالص تبلیغی مہمات اور دوسرے مذہبی سرایا و غزوات کے علاوہ جو خالص فوجی مہمیں اور جنگیں سمجھی جاتی ہیں ان میں بھی رسول ﷺ نے اپنی دعوت و تبلیغ کے اولین فریضے کو سب پر مقدم رکھا۔ آپ ﷺ کا غیر مبدل اصول تھا کہ غزوات میں فوجی کاروائی شروع کرنے سے قبل فریقِ مخالف کو اسلام کی دعوت ضرور دیتے تھے اور سرایا میں ان کے امراء کو بھی حکم دیتے تھے کہ وہ پہلے اسلام پیش کریں، پھر صلح و جزیہ کی تجویز رکھیں اور آخر میں جب کوئی چارہ نہ رہ جائے تو جنگ کریں۔"[36]

اسی طرح دومۃ الجندل کے علاقے میں شعبان 6ھ میں ہونے والے سریہ دیار بنو کلب میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی قیادت میں محض دعوت کے ذریعے سے ہی پورے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا، لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ نبی ﷺ کے مندرجہ بالا اصولوں کی روشنی میں عصر حاضر میں اسلام کی دعوت کے پیش نظر دنیا میں اپنی حیثیت منوانے کی ضروت ہے تاکہ مسلمان مدنی دور کی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے اسلاموفوبیا کا مقابلہ کریں۔

- واضح نقطہ نظر

داعی اسلام کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے حوالے سے اس کا نقطہ نظر بالکل واضح ہو، کسی بھی قسم کے تذبذب کے بغیر واضح مؤقف رکھتا ہو، وقت اور حالات کے حساب سے دعوت کے تناظر میں کیا حکمت عملی اختیار کرنی ہے، اس کے پیچھے کیا محرکات اور عوامل کار فرما ہیں یہ سب داعی کے ذہن میں واضح ہونا چاہیے۔

"اسلام میں جیسا کہ نبی ﷺ کی سنت سے بھی واضح ہوتا ہے فوجی قوت، معاشی طاقت اور سیاسی سطوت کا حصول ضروری ہے کہ اسلام کا کلی نفاذ ان کے بغیر ممکن نہیں لیکن وہ بجائے خود ضروری یا مقصود نہیں ہیں۔ وہ سب محض ذرائع اور وسائل ہیں جن کو اسلام کی چاکری میں لگانا ناگزیر ہے۔ ان کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت پہنچائی جائے، رسول ﷺ نے اپنی تمام تر فوجی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی قوت کو اسلام اور دین حق کی تبلیغ کے لیے وقف کیا اور ان سب کو حتیٰ کہ پوری ریاست و حکومتِ اسلامی کو دعوت دین کے کام میں لگا دیا۔"[37]

- دعوتی مکاتیب

مدنی دور میں صلح حدیبیہ کے بعد امن حاصل ہونے کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے مختلف علاقوں میں دعوتی مکاتیب بھیجے کہ جس میں عرب کے مختلف قبائل کے علاوہ حبشہ، روم ایران اور مصر کی ریاستیں شامل تھیں۔ ان مکاتیب کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے "ایک تو وہ مکاتیب ہیں جن کے ذریعے آپ ﷺ نے سرداران قبائل اور سربراہان ممالک کو اسلام کی دعوت دی، دوسرے وہ مکاتیب ہیں جن میں آپ نے مسلمانوں کے لیے خاص خاص احکامِ شریعت کی تفصیل قلم بند کرائی ہے تیسرے وہ مکاتیب ہیں جنہیں سیاسی نوعیت کے مکاتیب کہا جا سکتا ہے ان کے ذریعے آپ ﷺ نے کسی کو پناہ دی یا کسی سے معاہدہ کیا۔"[38]

عصر حاضر میں نبی ﷺ کا مندرجہ بالا دعوتی انداز اختیار کرتے ہوئے دنیا بھر کے سربراہان کو آفیشلز ای میل کی جا سکتی ہیں کہ جس میں اسلام کے مثبت پہلوؤں کو اُجاگر کرتے ہوئے اُن کے ذہنوں میں اسلام کے لیے نرم گوشہ پیدا کیا جائے۔

- اسلام بطور نظام زندگی

مدنی دور میں نبی ﷺ نے اسلام کو بطور نظام زندگی متعارف کرایا، معاشرتی، معاشی، سماجی، سیاسی، بلدیاتی مسائل، ریاست کی داخلی وخارجہ پالیسی کے اصول، گھریلو مسائل کا حل، پڑوسیوں کے حقوق، وراثت کے معاملات اور اخلاقی اقدار کے حوالے سے تعلیمات پیش کیں، یہ وہ عناصر تھے کہ جن کی بنیاد پر اسلام کو فروغ حاصل ہوا، آج بھی اسلام کے منفی تاثر کو ختم کرنے کے لیے ناگزیر ہے کہ اسلام کی یہ تعلیمات عملی طور پر دنیا کے سامنے پیش کی جائیں۔

خلاصہ کلام

اس بحث کو یوں سمیٹا جا سکتا ہے کہ عصرِ حاضر میں موجود اسلاموفوبیا کے نام پر اسلام کا خوف عہد نبوی ﷺ میں بھی موجود تھا کہ جس کے تحت اس وقت بھی اسلام کے خلاف مختلف تدابیر اختیار کی گئی تھیں، آج بھی سرگرمیاں وہی ہیں بس دور جدید کے تناظر میں ذرائع تبدیل ہوئے ہیں۔ اس وقت بھی کار دعوت میں اسلاموفوبیا کی سوچ ایک رکاوٹ کے طور پر موجود تھی اور آج بھی اسلاموفوبیا کا چیلنج دعوت کی راہ میں حائل ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں نبی ﷺ نے اس چیلنج کا مقابلہ جس طرح کیا تھا اسی اسوہ کو اپناتے ہوئے داعیان دین اسلاموفوبیا کے چیلنج کا مقابلہ کرتے ہوئے اسلام کی دعوت کی ترویج میں اپنا کردار ادا کریں۔

سفارشات و تجاویز

- توہین اور نفرت انگیزی کے موجودہ قوانین کو استعمال کرتے ہوئے اسلاموفوبیا کی سرگرمی کے خلاف قانونی چارہ

جوئی کی جائے۔

- اسلاموفوبیا کے چیلنج سے نمٹنے کے لیے مسلم مفکرین کا ایک پلیٹ فارم بنایا جائے جو اسلاموفوبیا کی سرگرمیوں پر اشتعال میں آئے بغیر ان کا تحقیقی تجزیہ کرتے ہوئے منظم منصوبہ بندی کرے۔
- غیر مسلم تنظیموں کے ساتھ باہمی رواداری کے اصول پر اشتراکِ عمل کو تیز کیا جائے۔
- اسلاموفوبیا کو انسانوفوبیا کے تصور کے طور پر پیش کیا جائے۔
- اسلام کی اخلاقی تعلیمات کو معاصر اصطلاحات اور طریقہ کار کے ذریعے اُجاگر کیا جائے۔
- غیر مسلموں میں موجود دانشور، سیاستدان، میڈیا کے نمائندے جو اپنا حلقہ اثر رکھتے ہوں انہیں اسلام کی درست تعلیمات کے ذریعے قائل کیا جائے۔
- بین الاقوامی کانفرنسز، سیمنارز اور مختلف ڈائیلاگز میں اسلاموفوبیا کو موضوع بحث بنایا جائے اور ساتھ ہی اسلام کے عدل و انصاف کی درست تصویر پیش کی جائے۔
- نبی ﷺ کے رحمت للعالمین کے تصور کو میڈیا کے ذریعے عام کیا جائے اور آپ ﷺ کی قائدانہ اور انتظامی صلاحیت کے نمایاں پہلو کو اجاگر کیا جائے۔
- مسلم فلاحی اداروں کے ذریعے غیر مسلم مستحق افراد کے ساتھ تعاون کیا جائے۔

حوالہ جات

[1]Oxford English Dictionary, London: Oxford University Press, 1998, p.1251

[2]David Hick, Teaching the Global Dimension, England: Routledge, Oxford shire, 2007, p.140

[3]القرآن۔ سورۃ الانفال آیت ۶۱۔

[4]ابو محمد عبد الملک بن ہشام، سیرت ابن ہشام، مترجم: قطب الدین احمد، لاہور: اسلامی کتب خانہ، ۱۹۸۵، ص ۱۔

[5]کیرن آرم سٹرانگ، دی گارڈین، ۸ ستمبر ۲۰۰۴ء

[6]عبد الباری مسعود، ایمینسٹی انٹرنیشنل کی چشم کشا رپورٹ، اسلاموفوبیا اور یورپ، پندرہ روزہ معارف فیچر کراچی، ج ۵، ش ۱۲۔

[7]عاقل ندیم، مغرب میں اسلام کا بڑھتا خوف، وجوہات کیا ہیں، انڈیپینڈنٹ اردو، منگل ۲۴ دسمبر ۲۰۱۹

[8]ڈاکٹر خدیجہ عزیز، مغرب میں اسلام و فوبیا کے فروغ کے لیے مستعمل ذرائع اور ان کے اثرات، بر جس، ج ۱، ش ۱، جنوری-جون ۲۰۱۴ء، ص ۴۳۔

[9] عبد الباری مسعود، ایمینسٹی انٹرنیشنل کی چشم کشا رپورٹ

[10] صفی الرحمان مبارکپوری، الرحیق المختوم، لاہور: المکتبۃ السلفیہ، ۱۹۹۵، ص ۱۱۷۔

[11] شاہ معین الدین احمد ندوی، مہاجرین، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی ۱۹۹۶، ص ۲۔

[12] القرآن۔ سورۃ المطففین آیت ۲۹۔۳۱۔

[13] Michael Buchanan, "Cartoon Outrage Bemuses Denmark", BBC News, 1 February 2006, p.7 http://news.bbc.co.uk/2/hi/europe/4669210.stm Accessed on 18-07-19, Time: 13:34

[14] خورشید احمد، جمہوری حقوق اور توہین آمیز خاکے، رد عمل کے لیے حکمت عملی، آج کا مغرب اور مسلم دنیا، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۲۰۱۰، ج ۴، ش ۳، ص ۲۷۔7

[15] مرزا اشتیاق بیگ، فرانس میں اسلاموفوبیا کی نئی لہر، ادارتی صفحہ روزنامہ جنگ، ۴ نومبر ۲۰۲۰ء

[16] القرآن۔ سورۃ الفرقان آیت ۴۔5

[17] The Jewish Foundation of Islam,Charles Cutler Torrey, NY: Jewish Institute of Religion Press, 1933, p.54

[18] القرآن۔ سورۃ الجاثیہ آیت ۹۔

[19] https://tribune.com.pk/story/135836/quran-burnt-in-florida-church/ Accessed on 6-6-19, 19:24

[20] سید ابوالاعلیٰ مودودی، سیرت سرور دوعالم ﷺ، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۷۸، ص ۲۔

[21] Appendix B: Pamphlet Calling for Economic Boycott of Muslimstranslated from Gujarati, from the NGO SAHMAT's reporthttps://www.hrw.org/reports/2002/india/India0402-10.htm, Accessed on 21-11-20, Time:11:36

[22] https://www.aljazeera.com/news/2020/4/29/do-not-buy-from-muslims-bjp-leader-in-india-calls-for-boycott, Accessed on 21-11-20, Time:10:44

[23] الرحیق المختوم، ص ۴۴۸

[24] https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%85%D8%B3%D9%84%D9%85%D8%A7%D9%86%D9%88%DA%BA_%DA%A9%DB%8C_%D9%85%D8%B9%D8%B5%D9%88%D9%85%DB%8C%D8%AA_(%D9%81%D9%84%D9%85) ,Accessed on 24-8-2019, Time: 7:43

[25] Ibn Warraq, Why I Am Not A Muslim, NY: Prometheus Books, 1995, p.56

[26] Arthur Jeffery, Islam, Muhammad and His Religion, Bobbs Merrill Indiana, January 1958,

p.12

[27]https://twitter.com/KhayamMaAccessed on 2-2-19, 8:29

[28] The Clash of Civilizations and the remarking of World Order, NY: Samuel P. Huntington, Simon and Schuster, 1994, p.218

[29]القرآن۔ سورۃ النحل آیت ۱۲۵۔

[30]محمد یٰسین مظہر صدیقی، نبوی دعوت وسیرت و قریشی مجالس، سہ ماہی تحقیقات اسلامی علیگڑھ، ج ۱۴، ش ۳، جولائی- ستمبر ۱۹۹۵، ص ۳۳۔

[31]عبد الباری، اقلیتوں کے حقوق اور اسلاموفوبیا، نئی دہلی: ایفا پبلیکیشنز، ۲۰۰۱، ص ۱۴۱۔

[32]ابن ہشام، ج ا۔ ص ۴۲۳۔

[33]منیر محمد الغضبان، المنہج الحرکی للسیرۃ النبویۃ، ج ا، الاردن: مکتبۃ المنار، ۱۹۹۰، ص ۹۰

[34]عز الدین بن الاثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۸، لاہور: المیزان ناشران وتاجران، ۲۰۰۶، ص ۱۹۶۔

[35]محمود احمد غازی، محاضرات سیرت، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران، ۲۰۰۷، ص ۳۴۷۔

[36]محمد بن عمر الواقدی، کتاب المغازی، ج ا، برطانیہ: آکسفورڈ پریس، ۱۹۶۶، ص ۶۱۔

[37]محمد یٰسین مظہر صدیقی، دعوت نبوی ﷺ کے طریقے، سہ ماہی تحقیقات اسلامی، ج ۱۴، ش ۲، اپریل- جون ۱۹۹۵ء، ص ۳۳۔

[38]سید جلال الدین عمری، اوراقِ سیرت، کراچی: اسلامک ریسرچ اکیڈمی، ۲۰۱۵، ص ۲۵۵۔